جیلوں میں قید خواتین ۔۔۔کے مسائل

The Problems of the Imprisoned Women

بشریٰ مرتضیٰ ملک: اسسٹنٹ پروفیسر، حضرت صدیقہ، ماڈل ڈگری کالج اینڈ کامرس کالج، لاہور
ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ: شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، UMT،
لاہور، پاکستان

Abstract:
In order to save mutual human relationship from imbalance and violence and to eradicate crime, Allah has promulgated punishment both on earth and in after life; imprisonment is one such punishment. Likewise, Islam has also emphasized the respect for humanity and basic rights. The purpose of punishment is not only to save the society from the criminal acts but also to create a noble society. People in prison face extreme brutality and have lived with extreme pressure under inhumane conditions, even though Islam teaches to treat prisoners with manners and justice. Consequently, the communities and nations of today co-opted the way for the formalization of rules over the humanity .This research aims to identify the social and psychological problems that the prisoners face and then suggest solution which are practical and applicable in the eyes of Islam.

دین اسلام مکمل ضابطہ حیات جو زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ کسی پر ظلم و جبر نہ ہوا ور امن و سکون کا گہوارہ بنا رہے۔ عصر حاضر میں انسانی معاشرہ بد اخلاقی، غارت گری، چوری و ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ کا شکار ہے۔ پوری دنیا معاشرتی جرائم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ ان جرائم کی وجہ سے ہر ملک میں خواہ وہ ترقی یافتہ، پاسماندہ یا ترقی پزیر، معاشرتی امن تباہ ہو چکا ہے۔ دنیا میں مختلف مفکرین نے قانون جزاو سزا کے مختلف نظریات پیش کیے جن میں نظریہ سزا اور نظریہ اصلاح خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ سخت سے سخت سزائیں دینے کا نظریہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اگر نظریہ اصلاح کی بات کی جائے تو اسے دو اقسام میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک طریقہ تو انبیا اکرام کا پیش کردہ تھا اور دوسرا مفکرین اور مصلحین طریقہ کار تھا۔

انبیا کرام نے داخلی محاذ (روح قلب) کی اصلاح سے آغاز کیا جس کے لیے عقائد پیش کیے پھر اس کا تعلق جسم سے منسلک کیا اور نظام جزاو سزا متعارف کروایا، پوری سزا رد عمل کے ساتھ ساتھ حقیقی، یقینی اور مستقبل میں سزا کا تصور دیا (عقیدہ آخرت) یہی وجہ ہے کہ ان کا انقلاب واصلاح تادیا پائے دار اور موثر ثابت ہوا لیکن مصلحین نے صرف روح کو خطاب کیا اور غیر متوازن نظریات واافکار پیش کیے اس لیے وہ تادیر انقلاب نہ لا سکے۔

کسی مجرم یا ملزم کو قید میں رکھنے کے دو اہم مقصد ہیں، ایک یہ کہ معاشرے کی جرائم سے حفاظت کی جائے اور دوسرے یہ کہ مجرم کو قید سے چھوٹنے کے بعد قانون کا احترام و پابندی کرنے والا شہری بنائے جائے، پہلے مقصد کا تعلق زمانہ حال سے اور دوسرے مقصد کا تعلق مستقبل سے ہے، ان مقاصد کو پیش رکھتے ہوئے یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ معاشرے جرائم سے پاک اور محفوظ رکھنے کے لیے جہاں مجرمین کو ایک مدت کے لیے معاشرے سے الگ تلگ کر دیا جائے وہی سنگین جرائم کی صورت میں مجرمین کو ایسی سزا دی جائے جس سے دوسرے عبرت حاصل کریں، دوسرا مقصد یعنی قید کے دوران اس بات کی کوشش کے قید خانے سے نکلنے کے بعد مجرم اب بہتر اور اچھا شہری بنے یہ ضروری سمجھا گیا کہ قیدیوں کی جسمانی قوت اور صحت کو برقرار رکھ کر جائے۔غذا سب کے لیے ایک ہونی چاہیے۔چاہے وہ اعلیٰ طبقے سے ہو یا ادنیٰ۔اسی طرح یہ بھی ضروری سمجھا گیا کہ قیدی کی اخلاقی حالت کو سدھایا جائے، اس میں اچھے اور برے کام میں امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے اور برے کام سے اور جرائم سے نفرت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

قید کے سلسلہ میں اس کو بھی ضروری تصور کیا گیا کہ قیدیوں کی زمرہ بندی کی جائے تاکہ عادی مجرموں اور بری طبیعت کے قیدیوں کی صحبت سے ان کو بچایا جائے تاکہ عادی مجرم اور سنگین جرم کرنے والے دوسرے قیدیوں پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ مستقبل کی بہتری کے لیے قیدی قید خانے میں تربیت اور خصوصا پیشہ وارانہ تربیت ضروری ہونی چاہیے تاکہ یہ قیدی سزا کاٹنے کہ بعد اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کہ قابل بن سکیں۔دین اسلام میں نیکی کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کی جزا دونوں کے لیے برابر ہو گی۔ اسی طرح جرم کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کی سزا میں بھی استثنیٰ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

ولھن مثل الذی علیھن [1]

عورتوں کے حقوق ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے ہیں۔

جہاں تک جیلوں میں سزائے قید کا تعلق ہے وہاں جرم کرنے والا مرد ہو یا عورت سزا دونوں جھیلیں گے لیکن جس طرح عورت طلاق یافتہ ہو جائیں یا بیوہ ہو جائیں تو اس صورت میں شرائط اسلامیہ نے عورت کی خصوصی عزت واحترام کا خیال رکھا ہے اسی طرح جب جیلوں میں سزائے قید کا معاملہ ہو گا وہاں بھی دین اسلام نے عورتوں کے ساتھ خصوصی احترام کے سلوک کی ھدایت کی ہے۔ لیکن مشاہدہ اور تجربہ گواہ ہے کہ ہماری پاکستانی جیلوں میں عورتوں کی حالت بہت قابل رحم ہے یہاں تک کہ ان کی دادرسی کا بھی کوئی اہتمام نہیں ہے۔

جیلوں میں بہت سی خواتین کی جسمانی اور ذہنی حالت بہت قابل رحم ہوتی ہے اور وہ اپنے حالات کو کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتیں۔ بہت سی خواتین جیلوں میں جسمانی تشدد کا شکار ہوتی ہیں اور بہت سی جنسی تشدد کا۔ بہت سی خواتین ایسی ہیں جو اپنے بچوں سمیت جیل میں رہتی ہیں۔ان کے بچوں کو بھی جیل میں رہنا پڑتا ہے اور وہ نہ کردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہوتے ہیں۔

اسلامی پس منظر:

جزاو سزا کا تصور ایک بدیہی امر ہے، جو دنیاوی اور آخروی زندگی دونوں پر محیط ہے، اسی عمل کے ذریعے معاشرتی عمل کو بحال رکھنے میں مدد ملتی ہے، اور اسی عمل پر انسانی استحکام، تعمیر وترقی اور سلامتی کا دارومدار ہے، اسی نظام کے ذریعے اچھے اعمال کی حوصلہ افزائی جبکہ برے اعمال کی حوصلہ شکنی سزاوں کی صورت میں کی جاتی ہے، یہ عمل کسی بھی معاشرے کی بقاء کا ذامن ہے، ان سزاوں کے نتیجے میں ہونے والی قید سے متعلق اسلام کے روشن اور واضح قوانین ہیں، جرائم اور سزاوں سے حق انسانی اور شرف انسانیت پر زد نہیں آتی بلکہ اس کے تمام جائز حقوق بحال رہتے ہیں، جس طرح عام انسانوں کو بھوک پیاس لگتی ہے، انہیں کھانے اور پینے کی ضرورت ہے انہیں زندگی گزارنے کے لیے اشیاء کی احتیاج اور ضرورت ہے، ایسے ہی جرائم اور سزاوں کے نتیجے میں ہونے والے قیدیوں کو بھی ان تمام چیزوں کی ضرورت ہے، جس کا پورا کرنا بہر حال ریاست کا حق ہے، سزاوں کے لاگو ہونے سے نہ ہی انسان حق آدمیت کو کھو دیتا ہے اور نہ

ہی انہیں ضروریات زندگی سے محروم رکھا جا سکتا ہے، اسلام نے قیدیوں کے ساتھ کوئی ایسا رویہ یا برتاؤ رکھنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جو توہین امیز ہو، فتح القدیر میں امام شوکانی نے لکھا ہے:

"وما كان من خواص الادمية في الرقيق لا يبطل بل يبقى على اصل الحرية" [2]

"جس طرح غلام سے غلامیت کے باوجود آدمیت کے خواص باطل نہیں ہو سکتے، اسی طرح قیدیوں سے انسانیت باطل نہیں ہو سکتی"

اسلام نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس قدر تاکید فرمائی ہے، کہ مختلف گناہوں اور غلطیوں کے نتیجے میں قیدیوں کو آزاد کرنے اور ان کی گردنیں چھڑانے کا حکم دیا گیا، جس سے اسلام کی منشاء یہی ہے کہ اس قدر مجبور اور بے بس طبقے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے جزبات پروان چڑھیں اور انہیں ہر حال میں یہ محسوس ہو کہ اسلام سزا ملنے کے بعد بھی خیر خواہی پر مبنی تعلیمات کا درس دیتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما و اسيرا" [3]

"اور وہ خواہش کے باوجود جو اپنا کھانا کسی مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں"۔

جیل میں خواتین اپنے بارے میں صحیح رپورٹ دیتے ہوئے ڈرتی ہیں اور صحیح صورت حال نہیں بتا سکتیں۔انہیں ڈر ہوتا ہے کہ بعد میں ان پر جسمانی تشدد کیا جائے گا۔اس جیسی مثالیں وقتاً فوقتاً ہمارے مشاہدے میں آتی رہتی ہیں۔ جیل میں لیڈی ڈاکٹر بھی بہت کم دستیاب ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی جسمانی صحت خراب رہتی ہے ان کو مناسب خوراک بھی نہیں ملتی۔اس کے علاوہ وہ جب کوئی خاتون جیل میں جاتی ہے تو وہ اپنے بچوں، اہل خانہ اور معاشرتی طور پر سب سے کٹ جاتی ہے، یہ حالات اس کے نفسیات پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس تحقیق میں معاشرتی و نفسیاتی مسائل کا انتخاب کیا گیا ہے۔حالانکہ اس موضع پر اور بھی کام موجود ہیں لیکن اس تحقیق کا انداز الگ ہو گا کیونکہ اس تحقیق میں قیدی خواتین کے لیے دینی تعلیمات کے ذریعے ان کے معاشرتی اور نفسیاتی مسائل میں کمی کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ تمام جائز ضروریات بہم پہنچائی جائے جس کا اسلام نے ہمیں درس دیا ہے۔

اسلام نے قیدیوں کے حقوق کی اس قدر تلقین کی ہے جس کی مثالیں ہمیں احادیث میں بھی کثرت سے ملتی ہیں، قیدیوں کے حقوق سے متعلق چند ایک احادیث ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔

1- امام بخاری رحمت اللہ نے صحیح البخاری میں باب باندھا (باب الکسوۃ اللاساری) "قیدیوں کو کپڑا پہنانا"۔

حضرت عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے سنا"

"لما کان یوم بدر باساری واتی بالعباس ولم یکن علیہ ثوب، فنظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ قمیصا، فوجدوا قمیص عبداللہ بن ابی یقدر علیہ فکساہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاہ"۔ [4]

"جب بدر میں قیدی آئے تو ان میں حضرت عباس بھی تھے، لیکن ان کے جسم پر مناسب کپڑے نہ تھے، اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عبداللہ بن ابی کا کرتا منگوا کر حضرت عباس کو پہنایا"۔

2- ایک مرتبہ بنو عقیل قبیلے کے کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور انہیں قید کر لیا گیا، وہ غصہ میں صاحبہ کرام کو برا بھلا کہتے اور نامناسب الفاظ کہتے رہے، اسی حال میں انہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا گیا، لیکن ان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا اور وہ رسول للہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو غصہ میں (یا محمد یا محمد) کہہ کر پکارتے، (وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیما رقیقا) لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کا برا نہ مانا، بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ فرمایا۔ [5]

قیدی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید:

1- حضرت ابو ایوب انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا: "من فرق بین والدۃ وولدھا فرق اللہ بینہ وبین احبتہ یوم القیامۃ"۔[6]

"جس نے مقید والدہ اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کر دی، اللہ تعالی روز محشر اس کے اور اسکے چاہنے والوں کے درمیان تفریق کر دے گا"۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو (ابواب الاسیر) "قیدیوں کے باب میں نقل کیا ہے"۔

2- دورے نبوت میں قیدی عورت سے متعلق ایک اور واقعہ یوں بھی پیش آیا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ابو سید انصاری رضی اللہ عنہ قیدیوں کو لے کر حاضر ہوئے:

"قدم يسبى من البحرين فصفوا، فقام رسول الله (صلى الله عليه وسلم)فنظر اليهم فاءذا امراة تبكى فقال : مايبكيث ؟ فقالت : بيع ابنى فى بنى عبس ، فقال رسول الله (صلى الله عليه وسلم)لابى اسيد : لتركبن فلتحين به فركبابو اسيد فحاء به"۔[7]

"سب قیدی صف بستہ کھڑے تھے۔ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیدیوں پر نظر دوڑائی تو ایک خاتون رو رہی تھی، آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے رونے کا سبب دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ میرا لڑکا بنو عباس میں بیچ دیا گیا، آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابو اسید کو فوراً حکم دیا کہ جائو فوری اس بچے کو لے کر آؤ، ابو اسید سوار ہو کر اس بچے کو لے آئے" اسی طرح قیدیوں کو اذیت ناک سزائیں دینا، چوہوں کو قیدیوں پر چھوڑنا، قیدیوں کو برف کی سلوں پر لٹانا، انہیں الیکٹرک شاک لگانا یا ایسی سزائیں دینا مثلاً آگ سے انہیں جلانا شرعا درست نہیں ہے، رسول اکرمؐ نے بنی قریظہ کے قیدیوں کے بارے میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

"انہیں خوش اسلوبی اور حسن سلوک سے قید کرو، انہیں آرام کا موقع دو، انہیں کھلاؤ پلاؤ، تلوار اور اس دن کی گرمی دونوں کو یکجا مت کرو"۔[8]

قرآنی تاکید کے مطابق قیدیوں کو کھانا کھلانا، احادیث کے مطابق انہیں لباس فراہم کرنا، نبوی منہج پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قیدیوں کی کڑوی کسیلی باتیں سننا، ان مامور نگران و نگہبان کو اس بات کی تربیت دینا کہ وہ قیدیوں کے ساتھ فراخ دلی کا مظاہرہ کریں، پھر قیدی عورتوں سے ان کے بچوں کو علیحدہ نہ کرنا، قیدی عورت کا کرب، دکھ اور تکلیف محسوس کر کے اس کے بچے کو ملوانا، قیدیوں کے آرام کا خیال رکھنا، انہیں اذیت ناک سزاؤں سے بچانا، یہ تمام باتیں ریاست سے اس بات کا متقاضی ہیں کہ قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک کے لیے وہ تمام اقدامات کیے جائیں، جو انہیں شرف انسانی اور محرومی سے بچنے کے لیے کار آمد ثابت ہوں، میرا مقالہ "پاکستانی جیلوں میں قید خواتین کے معاشرتی و نفسیاتی مسائل و اصلاحات۔ اسلامی تناظر میں" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کا مقصد ان تمام اصلاحات و سفارشات کو مرتب کرنا ہے جس سے قیدیوں کو خصوصاً قیدیوں خواتین کے حقیقی مسائل سمجھنے میں مدد مل سکے عورتوں کو بھی قدیم زمانے سے ہی مردوں کی طرح قید کیا جاتا تھا۔

قیدی خواتین کے مسائل :1

جرم کی بنیاد پر کسی کو قید کرنے اور قیدیوں کے لئے جیل خانہ بنوانے کا رواج قدیم دور سے ہے قیدیوں کے ساتھ خواہ وہ کسی بھی مذہب کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں دین اسلام نے حسن سلوک اور نرمی کے برتاؤ کا حکم دیا ہے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے مثلاً: قرآن میں ہے

"ولا یجر منکم شنأن قوم علی أُن لا تعد نو ا ، اعدلو ا ھو اقر ب للتقو ی "[9]

اسی طرح قرآن میں ایک جگہ اور قیدیوں کے لئے حکم آیا ہے:

"ویطعمون الطعام علی حبة مسکیناً و یتماً و ایسر ا"[10]

ہمارے معاشرے میں لفظ جیل کو سنتے ہی کسی بھی شریف و معزز شخص کے رگ و پے خوف کی لہر سرایت کر جاتی ہے۔ جیل ایسے مقام کا نام ہے جہاں شرعی قوانین سے تجاوز کرنے والوں اور حکومت کی جانب سے نافذ کئے گئے قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بطور سزا رکھا جاتا ہے۔ جیل کے نام سے خوف زدہ ہونے کا سبب سزا کے تصور کے ساتھ ساتھ جیل خانہ جات کا ماحول بھی ہے۔ ایک عام انسان جو حالات حاضرہ سے ذرائع ابلاغ یعنی ٹیلی وژن پر نشر کیے جانے والے پروگرام، اخبار، رسائل و جرائد اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے آگاہ ہوتا ہے ایسے انسان کے تخیل میں جیلوں سے متعلق کافی خوفناک تصویر تخلیق ہوتا ہے۔ جس کی ایک بڑی وجہ عوام کے ساتھ پولیس اہلکار کی جانب سے روا رکھا جانے والا کرخت لہجہ اور عوام کو انصاف کے حصول کے لئے نظام عدل میں درپیش مسائل کا سامنا ہے۔

جرائم کی دنیا بیشتر مردوں کے جرائم میں ملوث ہونے کی وجہ سے آباد رہتی ہے کیونکہ بڑے اور سنگین نوعیت کے جرائم کا ارتکاب کرنے کے لئے عمدہ جسمانی ساخت اور دماغی قوت کی ضرورت ہوتی ہے تاہم اس ضمن میں عورتیں بھی مکمل طور پر اس دنیا سے ناواقف نہیں ہیں۔ معمولی جرائم کے ساتھ ساتھ بعض اوقات عورتیں انتہائی سنگین نوعیت کے جرائم میں بھی شامل ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اپنے شوہر یا بچوں کا قتل، منشیات کی سمگلنگ، اغواہ کے واقعات وغیرہ۔ عصر حاضر میں منشیات کی سمگلنگ میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے جبکہ دیگر جرائم کا ارتکاب کرنے والی خواتین کی تعداد اس کے مقابلے میں کم ہے۔ ایسی صورتحال میں مرد حضرات جنہیں اللہ نے ذہنی وجسمانی طور پر مضبوط اعصاب کا مالک بنایا ہے، جب وہ جیل خانہ کے ذکر

سے گھبراہٹ کا شکار ہوتے ہیں تو صنف نازک جو فطرتاہی حساس ہوتی ہے، اگر مندرجہ بالا جرائم کا مرتکب ہونے کی وجہ سے جیل اس کا مقدر بن جائے تو اس کو پیش آنے والے مشکلات و مسائل کا شکار ہو جاتی ہے۔ دور حاضر میں ہماری جیلوں میں قیدی خواتین بہت سے سنگین نوعیت کے مسائل سے دوچار ہیں جن پر وقتاً فوقتاً میڈیا اور اخبارات وغیرہ کی جانب سے حکومت کی توجہ مبذول کروانے کے لئے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بستر اور کمبلوں کی عدم دستیابی:

اس سخت سردی کے موسم میں میں نے پنجاب کی دس جیلوں کو وزٹ کیا اور قیدی خواتین سے ان مسائل کے بارے میں پوچھا تو انہوں بتایا کہ ان کے لئے سونے کی جگہ مناسب نہیں ایک اور خاتون نے بتایا کہ کمبل اور رضائیاں بھی بہت کم ہیں سخت سردی کے موسم میں ہمیں موٹی چادریں اور کھیس دیئے جاتے ہیں ۔ گرم پانی بھی دستیاب نہیں ہوتا سخت سردی میں ٹھنڈا پانی ہوتا ایک قیدی خاتون نے بتایا کہ وہ سردی کی وجہ سے کئی دنوں سے بیمار ہے نہ اس کے گھر سے کوئی آیا ہے نہ ہی جیل میں ڈاکٹر موجود ہے وہ قیدی عورت بتاتے ہوئے روپڑی اور اپنی زندگی سے بہت ہی مایوس نظر آرہی تھی۔ جیل انتظامیہ کو گرم بستر، کمبل اور انگیٹھیوں کا انظام جیلوں میں کرنا چاہیے۔

ناقص اور ناکافی غذا:۔

جیل وزٹ کے دوران جب قیدی خواتین سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہاں سب سے زیادہ تنگی کس چیز کی ہے تو ان میں سے 60 فیصد عورتوں نے کھانے کی شکایت کی ان میں سے اکثریت یہ کہہ رہی تھیں کہ کھانا بہت کم مقدار میں ملتا ہے جس سے ایک خوتون کا پیٹ نہیں بھرتا اور کھانا ذائقے میں بھی بہت بدمزہ ہوتا ہے۔ جبکہ ایک نہایت ہی مناسب چارٹ دروازے پر آویزاں تھا جب محقق نے پوچھا کہ کھانا اس کے مطابق نہیں بنتا تو سب نے انکار کیا اور بتایا کہ یہ صرف دیکھانے کے لئے ہے ہمیں کھانے کی بھی اس چاٹ کے مطابق نہیں ملا۔ ہمیں بھوکے پیٹ ہی کام کرنا پڑتا اور زندہ رہنے کے ہم کھاتے ہیں۔

جیل حکام کی لاپرواہی:۔

ادارے کی ترقی کادارو مدار حکام کی محنت اور دیانت پر ہوتا اگر اس کے حکام بھی غفلت اور لاپرواہی برتیں تو ادارے کی تباہی یقینی ہوتی ہے۔ جیل خانہ جات بہت حساس نوعیت کا ادارہ ہے اس میں ہر وقت ہر جگہ

نہایت توجہ کی ضرورت ہے اگر کہیں بھی کمی رہ جاتی تو اس کے نتائج سنگین ہو سکتے ہیں اگر کوئی قدی جیل سے فرار ہونا چاہے تو وہ پہلے جیل انتظامیہ کو دیکھتا رہتا ہے اور پھر ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اکثر فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں یہ تو مرد ہیں گزشتہ سال 2017 میں کراچی کی سینٹرل جیل میں ایک خاتون نے فرار ہونے کی کوشش کی وہ فرار ہو بھی جاتی لیکن خاردار تاروں میں الجھنے کے سبب وہ پھنس گئی اور ایک گھنٹہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ایک گھنٹہ کے بعد انتظامیہ کو علم ہوااور اسے دیوار سے نیچے اتارا گیا۔[11]

یہ واقع تو اخبار کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچ گیا لیکن کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جن کی خبر نہیں ہوتی۔ قیدی آپس میں لڑتے ہیں ایک دوسرے کو زخمی کر دیتے ہیں بعض اوقات جان سے بھی مار دیتے ہیں اور انتظامیہ بہت دیر سے پہنچتی ہے ان کی غفلت کے سبب اور ناقص انتظام کے سبب قیدیوں کی زندگی کو خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

جیل میں ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لئے بھی سہولیات کا فقدان ہے آگ لگ جانے کی صورت میں یا پھر کوئی اور ہنگامہ ہو جائے تو فوری طور پر انتظامیہ پریشانی کا شکار ہوتی ہے اور قیدی بھی مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ جیل کے اندر ایک ہی کمرے میں خطرناک مجرم اور عام مجرم ڈال دیئے جاتے ہیں جو کہ نہایت لاپرواہی ہے انتظامیہ کے جانب سے اس سے ایک عام مجرم بھی خطرناک مجرم بن جاتا ہے جو کہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔اس کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

مرد پولیس اہلکار کی جانب سے خواتین پر تشدد کے واقعات:

وعن عبدالرحمٰن بن زيد بن اسلم ان رسول الله ﷺقال :اتقوا الله في النساء۔[12]

اسلامی تعلیمات میں متعدد مقامات پر اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے۔ عورت خدا کی تخلیق کردہ ایسی مخلوق ہے جو نہ صرف نرم و نازک احساسات و جذبات سے مزین ہوتی ہے بلکہ جسمانی ساخت کے اعتبار سے بھی مرد کے مقابلے میں کمزور ہے یہی وجہ ہے کہ اسے صنف نازک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ پھر عورت چاہے معاشرے میں معزز مقام کی حامل ہو یا پھر جرم کا ارتقاب کرنے والی مجرمہ، کسی بھی صورت میں وہ مرد کی جانب سے پر تشدد رویہ کی مستحق نہیں

ہے۔ جبکہ ہمارے جیل خانہ جات میں مجرم خواتین کو پولیس اہلکاروں کی جانب سے تشدد کا سامنا ہے جو کہ اسلامی قوانین کے ساتھ ساتھ ملکی قوانین کے بھی خلاف ہے۔

"In case of women prisoners, the search and examination shall be carried out by Woman warden under the order of Deputy Superintend and the Medical Officer."[13]

پاکستان کے جیل قوانین کے مطابق قیدی عورتوں کی تلاشی وغیرہ صرف خواتین وارڈن کی جانب سے ہی کی جائے گی کوئی بھی مرد اہلکار کسی بھی مجرم خاتون کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس کے باوجود خواتین پر مرد اہلکاروں کی جانب سے تشدد کے واقعات عام ہیں 19 نومبر 2018ء کو فیصل آباد میں زمین پر قبضہ کے تنازعہ میں پولیس نے خواتین کے تھانے کے سامنے سر عام تشدد کا نشانہ بنایا اور انتہائی جاہلانہ رویہ کا مظاہرہ کیا(1)۔ نہ صرف یہ بلکہ ملتان میں پلاٹ پر قبضہ کے خلاف احتجاج کرنے والے معمر جوڑے نسیم بی بی اور ان کے 78 سالہ شوہر بھی پولیس کی جانب سے نازیبا برتاؤ کا شکار ہوئے۔ ان کی بزرگی کا لحاظ رکھے بغیر پولیس انہیں سڑک پر گھسیٹتی رہی(2)۔ اس کے علاوہ گوجرانوالہ میں جواں سال لڑکی کو چوری کے الزام میں رات بھر تھانے میں رکھ کر پولیس کی جانب سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا(3)۔ پولیس کی جانب سے ناروا سلوک کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے جس پر قابو پانے کی اشد ضرورت ہے بالخصوص خواتین اور بوڑھے افراد پر پولیس کی جانب سے کیا جانے والا تشدد قابل مذمت ہے۔

خواتین کے ساتھ غیر اخلاقی ورپہ:

اسلام نے سب سے پہلے عورت کو احترام دیا اسے ذلت و رسوائی کی دلدل سے نکال کر عزت کے تخت پر بٹھایا۔ حیا، عفت اور غیرت دین کی بنیادی قدریں بتائیں اور معاشرے میں بھی ان کی ترویج پر زور دیا عورت کو عزت و شرف کے مرتبے پر فائز کرنے کے ساتھ ساتھ مرد کے فرائض میں شامل کیا کہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے اور نرمی سے پیش آئے۔ واستوصوا بالنساء خیرا [14]

ہمارے معاشرے میں صورتحال اس متضاد ہے، خصوصاً پولیس کے شعبہ میں۔ پولیس کا اہم بنیادی مقصد عوام کو تحفظ فراہم کرنا ہوتا ہے لیکن ان کی یہ ذمہ داری اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتی کہ وہ مجرم مرد یا عورت کے ساتھ انسانیت کے درجے سے گر کر غیر اخلاقی ورپہ اختیار کریں۔ گزشتہ سال پولیس

اہلکاروں کی جانب سے عورتوں کے ساتھ کیے جانے والی غیر اخلاقی حرکات کے کئی واقعات منظر عام پر آئے ہیں لاہو میں ایک رپورٹ کے مطابق 2 پولیس اہلکار نے چھاپہ کے دوران خاتون کے کپڑے پھاڑ دیے اور موبائل فون سے اس کی ویڈیو بناتے رہے اور بعدازاں اسے سوشل میڈیا پر پھیلا دیا احکامات کی انکوائری کے بعد دونوں تھانیداروں کو نوکری سے نکال دیا گیا۔[15]

علاوہ ازیں کراچی میں تنخواہوں کی عدم ادائیگی پر احتجاج کرنے والی خواتین استانذہ کو پولیس نے تشدد کا نشانہ بنایا، ان پر لاٹھی چارج کیا اور متعدد کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار کی گئیں خواتین کو پولیس موبائل میں سیٹ پر بٹھانے کی بجائے نیچے لٹا کر تھانہ لیجایا گیا، ان کے ساتھ ایسا رویہ روا رکھنا نہ صرف ان کے حقوق کے مخالف ہے بلکہ ان کی عزت نفس کو بھی مجروح کرتا ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں وہ خواتین استاد جیسے قابل احترام شعبہ سے منسلک تھیں اور اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنا ان کا جرم تھا۔ بعض ذرائع کے مطابق ملک کی مختلف جیلوں میں قید خواتین کے ساتھ جیل کے عملے کی جانب سے بدسلوکی بھی کی جاتی ہے۔ اور اب تک ایسے واقعات کے ذمہ دار ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی نہیں کی جا سکی۔ ایسے ہی بیشمار تلخ اور شرمناک واقعات روز بروز اخبارات کا حصہ بن رہے ہیں۔ لہٰذا اب ناگزیر ہیں۔ کہ پولیس کی جانب سے اس قسم کی حرکات و سکنات کو روکنے کے لئے مؤثر اقدامات کیے جائیں۔

جیل حکام کی جانب سے سخت رویہ سہنے پر مجبور:۔

جیل میں قیدی خواتین اپنے مسائل اور مشکلات کا کسی سے چاہتے ہوئے بھی تزکرہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ جیل انتظامیہ کی جانب سے سخت دباؤ کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ جو انہیں خاموش رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ فیصل آباد کی جیل میں 19 سال اپنے ناکردہ جرم کی سزا کاٹنے والی چنیوٹ کی رانی بی بی نے جیل میں خواتین کو پیش آنے والے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جیلوں میں تشدد سہتی عورتیں سالوں سے انصاف کی منتظر ہیں۔ کوئی جج افسر یا آئی۔ جی جیل کا دورہ کرے تو اس دوران کسی بھی قیدی کو ان سے سوال کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اگر کوئی قیدی سوال یا شکایت کر دے تو بعد ازاں ااس پر تشدد کیا جاتا ہے ۔ بھوکے پیٹ کام کرنا دوہری مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا سپر نڈنٹ کہتا ہے کہ ایک بوٹی دو عورتیں کھائیں گی اور اگر کوئی دوبارہ سالن مانگے تو اس کو مارا جاتا ہے۔ بچوں والی ماؤں پر بھی جیل میں تشدد کیا جاتا ہے۔[16]

اس اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جیلوں میں خواتین کو کس قسم کے رویوں کا سامنا رہتا ہو گا۔ قیدی خواتین کے ساتھ برتا جانے والا ایسا سلوک انسانی حقوق کے منافی ہے۔ اگرچہ وہ جرائم کی زندگی سے وابستہ رہ چکی ہوتی ہیں۔ لیکن کوئی بھی قانون جیل انتظامیہ کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ ان عورتوں کے ایسا ظالمانہ رویہ اختیار کرے جو ان کی عزت نفس کو مجروح کر دے۔

عمر رسیدہ اور حاملہ قیدی خواتین:

جیلوں میں قید کے دوران جہاں ایک عورت کو ان گنت مسائل درپیش ہوتے ہیں تو وہیں حاملہ عورت کے لئے بے شمار مشکلات سر اُٹھائے کھڑی ہوتی ہیں۔ بی بی سی نیوز کے مطابق جیلوں میں قید پاکستانی خواتین کی حالت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ابتر ہوتی جا رہی ہے۔ اور ان خواتین کی بھلائی کے سلسلے میں کوئی خاطر خواہ کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ بی بی سی کو حاصل ہونے والے اعداد و شمار کے مطابق اس وقت پاکستان کے مختلف جیلوں میں پندرہ سو سے زائد خواتین قیدی موجود ہیں جنہیں مختلف مقدمات کا سامنا ہے۔ ان اقدامات میں قتل اغواہ منشیات کی سمگلنگ اور حدود آرڈیننس کے مقدمات شامل ہیں سب سے زیادہ قیدی خواتین پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں ہیں۔ جن کی تعداد 1009 ہے ذریعے کے مطابق ملک کی مختلف جیلوں میں قید خواتین میں سے 7 ایسی خواتین ہیں جن کی عمر 60 سال سے زائد ہے۔ ان میں فیصل آباد کی جیل میں سرداراں بی بی عمر 70 سال، تسلیم مائی عمر 63 سال، ملتان جیل میں سندراں عمر 69 سال، سینٹرل جیل گوجرانوالہ میں صغراں بی بی عمر 71 سال، سیالکوٹ جیل میں کبریٰ بی بی عمر 69 سال اور ساہیوال جیل میں آمنہ بی بی عمر 63 سال شامل ہے۔

پاکستان کی مختلف جیلوں میں قید خواتین عورتوں میں زیادہ تر تعداد منشیات کے مقدمات کی وجہ سے ہے جن میں غیر ملکی بھی شامل ہیں۔ گزشتہ ایک سال کے دوران 31 خواتین قیدیوں نے قید کے دوران بچوں کے جنم دیا جن میں سے 13 حدود آرڈیننس، 10 قتل، 14 اغواہ اور 2 ڈکیتی اور ایک چوری ایک منشیات کے مقدمے ملوس ہیں۔ جیلوں می حاملہ عورتوں کے ماہانہ چیک اپ اور الٹرا ساؤنڈ میں کمی کی وجہ سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں یا تو قیدی عورت کا حمل ضائع ہو جاتا ہے یا پھر مردہ یا معزور بچے کی پیدائش ہوتی ہے۔(1)

لہٰذا خواتین کی حالت زار سے متعلق سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کیا گیا جس کی سماعت کے دوران چاروں صوبوں کی جانب سے جیلوں کی صورتحال کے بارے میں رپورٹ جمع کروائی گئی۔ عاصمہ جہانگیر میں عدالتی معاون کے طور پر پیش ہو کر بتایا کہ ملک بھر میں خواتین کی جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی نہیں ہیں۔ اس حوالے سے صورتحال بہتر ہیں۔ پنجاب کی سزا یافتہ خواتین کو ملتان میں رکھا جاتا ہے جہاں جانے کے لئے ورثا کو کافی وقت لگ جاتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ فاصلاتی مسئلہ کے ساتھ بچوں کا مسئلہ بھی انتہائی اہم ہے۔ زیادہ خواتین منشیات کے مقدمات میں ملوث ہیں۔ فارن ایکٹ کے تحت بھی خواتین قید ہیں۔ جو خواتین قتل مقدمات میں ملوث ہیں انکے مقدمات واقعہ کے کئی ماہ بعد درج ہوتے ہیں۔ انہوں نے عدالت کو تجویز دی کہ جیل کے ساتھ ایک قانونی سیل بھی ہونا چاہیے۔(2)

خواتین قیدیوں کو درپیش قانونی مسائل:

عدالتوں کی جانب سے مقدمات کی سماعت میں سست روی کا مظاہرہ، قانونی معاونت کے حصول میں دشواری، طویل المیعاد مقدمے اور اسی قسم کی بیشتر قانونی مشکلات جیل میں آنے والے قیدیوں کے نصیب میں لکھ دی جاتی ہیں جو کہ ان کی آزادی کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ متعدد قیدی خواتین کی معاشی حالت زیادہ مستحکم نہیں ہوتی۔ وہ اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ وہ وکیلوں کے بھاری معاوضے ادا کر سکیں۔ تاکہ ہم جیل قوانین کے مطابق خواتین قیدیوں کو حکومت کی جانب سے وکلا مہیاء کرنے کی سہولت دی گئی ہے۔ لیکن حکومت اور جیل انتظامیہ کی جانب سے قانونی معاونت میں کمی کے باعث قیدیوں کے لئے مسائل میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ قیدی خواتین تعلیم سے نابلد ہوتی ہیں اور بہت سے واقعات ایسے بھی دیکھنے میں آئے ہیں جن میں انہیں یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس دفعہ کے تحت جیل میں ڈالی گئی ہیں۔ اور ان کے مقدمہ کی کاروائی کا طریقہ کار کیا ہو گا۔ اسی طرح جیل میں اپنے حقوق اور جیل انتظامیہ پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں ان سے بھی ناآشنا ہوتی ہیں۔

قیدی خواتین کے لئے عدالتی کاروائیوں کے لئے الگ سے پولیس وین کا انتظام موجود نہیں ہے۔ قیدی خواتین کو عدالت لے جانے کے لئے مرد قیدیوں کے ساتھ بیٹھنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور بعض اوقات تو ان کے ساتھ کوئی خاتون کانسٹیبل موجود نہیں ہوتی۔ ایسی صورتحال میں قیدی خواتین اور قیدی مردوں کے مابین تعلقات بھی قائم ہو جاتے ہیں جو بعد میں جیل انتظامیہ کے لئے مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں

۔اس کے علاوہ بعض خواتین قیدی مرد قیدیوں کی موجودگی میں تحفظ محسوس نہیں کرتی۔لہٰذا ناگریز ہیں کہ جیل میں مقید خواتین کے لئے علیحدہ وین کا انتظام کیا جائے۔[17]

زیر التوا مقدمات بے توجہی کا شکار:

عن ابی مریم، صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: سمعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من ولی من امر المسلمین شیأ فاحتجب دون خلتھم وحاجتھم وفقرھم وفاقتھم احتجب اللہ عزوجل یوم القیامۃ دون خلتۃ وفاقتہ وحاجتۃ وفترۃ۔[18]

"جس شخص کو مسلمان کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا اور ان کی بھی خواہی سے ان کی ضروریات ان کے فقر و تنگ دستی اور ان کے فاقہ سے غافل ہو گیا اللہ تعالی روز قیامت اس کی بھی خواہی سے اس کی ضروریات اس کی فقر و تنگ دستی اور ان کے فاقہ سے توجہ پھیر لیں گے۔

ہمارے ملک میں قانونی انتظام کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ عدالتوں میں جن افراد کو عوام کی مشکلات اور مسائل کو حل کرنے کے لئے ذمہ دار بنایا جاتا ہے وہ لوگوں کی فریاد اور گزارشات پر توجہ دینے کی بجائے اس سے پہلو تہی کرتے ہیں نتیجتاً کئی برس تک مقدمات التوا کا شکار رہتے ہیں۔ان سب کی فورہ فراہمی سے عوام محروم ہے جس کی وجہ سے خواتین کو خاص طور پر بھی بہت سے مسائل کا سامنا ہے ایک چھوٹے سے مقدمے کے لئے بھی عدالتوں کے کئے چکر لگانے پڑتے ہیں۔راواں سال سیاسی مقدمات کے باعث زیر التوا مقدمات کی تعداد سینتیس ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔رپورٹ کے مطابق گزشتہ آٹھ سالوں میں زیر التوا مقدمات کی تعداد میں 100 فیصد تک اضافہ ہوا جبکہ رواں سال زیر التوا مقدمات کی تعداد میں پانچ ہزار سے زائد کا اضافہ ہوا ہے۔اس وقت زیر التوا مقدمات کی کل تعداد 37814 ہے۔[19]

عدالت کی جانب سے کئے جانے والے غلط فیصلے:

وقال – علیة الصلاة والسلام – لعمر وبن العاص اقض بین مذین قال اقضی وانت حاضر بیننا ؟ فقال- علیه الصلاة والسلام- اقض بینهما بالحق

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیثیت شارح و شارع عدل و انصاف کے ساتھ معاملات کرنے کی تلقین کی خصوصاً قاضی کے عہدے پر فائز شخص کو حق کے ساتھ فیصہ صادر کرنے کا حکم دیا۔جہاں اسلامی ریاست

میں بدرجہ اولیٰ ان احکامات کی پیروی کا خیال رکھا جانا چاہیے وہی ہماری عدالتیں عوام عدل و انصاف فراہمی کرنے میں انتہائی لاپروائی کا شکار ہیں ان کی طرف سے کیے جانے والے ایک غلط فیصلے کی وجہ سے نا صرف ایک فرد بلکہ پورا خاندان متاثر ہوتا ہے اور جس کے بُرے اثرات تادیر قائم رہتے ہیں چنیوٹ کی رہائشی ایک خاتون رانی بی بی جو اپنے شوہر کے قتل کے غلط الزام میں جیل میں قید تھیں اسے اٹھارہ سال بعد عدالت کی جانب سے باعزت بری کیا گیا۔اس نے اپنی زندگی کے قیمتی سال انصاف کی تلاش میں جیل کی کال کوٹھڑی میں گزار دیئے۔ سالوں قید رہنے کے بعد لاہور ہائی کورٹ نے ناکافی ثبوت اور ناقص شواہد کی بنیاد پر باعزت بری کر دیا۔اب وہ یہ سوال کرتی ہے کہ میری زندگی میرا خاندان برباد کر دیا، آج کہتے ہیں کہ باعزت بری کیا ہے؟ پہلے عدالتوں اور پولیس نے مجھے دھتکارا اور اب برادری بھی دھتکارتی ہے کہ یہ عورت اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں جیل میں تھی۔ یہ کہانی بس ایک رانی بی بی کی ہی نہیں بلکہ اتنی ہی خواتین اور مرد بے گناہ ہوتے ہوئے بھی جیلوں میں اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ یہ ہی اگر ہمارا محکمہ قضاء درست اور عدل پر بنی فیصلے کرے تو نا صرف دنیا میں عوام الناس بھلائی اور فلاح کا مؤجب بنے بلکہ آخرت میں رب العالمین کے مقربین میں شمار ہوں۔

و عن عبدالله بن العاص قال : قال رسول الله ﷺ:ان المقسطين عندالله على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يدية يمين الذين يعد لون فى حكمهم واهليهم وما ولوا [20]

"انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں رحمٰن کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، اور وہ لوگ اپنے حکم میں اپنے اہل خانہ سے اور اپنی رعیت کے معاملے میں انصاف کرتے ہیں۔"

قیدیوں کو بنیادی ضروریات کی فراہمی میں لاپرواہی:

الا كلكم راع،وكلكم مسؤل عن رعيتة[21]

حدیث نبوی ﷺ کی رو سے ہر انسان اپنے ماتحت سے متعلق جس پر وہ نگران مقرر ہو گا، جوابدہ ہے۔ لہٰذا جس طرح ایک امیر یا حاکم اپنی رعیت میں موجود عوام کی طرف سے جواب دہ ہو گا اسی طرح ہر شعبے سے منتظم اعلیٰ سے بھی اپنی نگرانی میں شامل افراد سے متعلق بعض پرس کی جائے گی۔ شعبہ جیل خانہ جات

اگرچہ ایک ایسا ادارہ جہاں قوانین سے تجاویز کرنے والے مجرموں کو قید کی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن وہ مجرمین بھی اپنے حقوق و فرائض رکھتے ہیں جن میں اولین حق ان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی ہے۔ جیلوں میں مقید اسیران چونکہ جیل انتظامیہ کی سرکردگی میں شامل ہے لہٰذا جیل حاکم بھی قیدیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے جواب دہ ہونگے۔ عصر حاضر میں کیفیت اس کے متضاد ہیں۔ جیلوں میں قدیوں کے ساتھ جس قسم کا رویہ روا رکھا جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نظریے کہ جیل کا عملہ جواب دہی کے احساس ذمہ داری کو فراموش کیے بیٹھا ہے۔

جیلوں میں قیدیوں کی گنجائش سے زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے نہ صرف انتظامیہ مسائل سے دوچار ہے بلکہ قیدیوں کے لئے بہت سے قابل توجہ مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک جیل خانہ جات میں محبوس قیدیوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جیل انتظامیہ کی جانب سے برتی جانے والی لاپرواہی ہے۔ قیدیوں کی طرف سے اکثر اوقات اس قسم کی شکایات وصول کی گئی ہیں کہ ان سے کھانے پینے کی ضروریات کے لئے جیل انتظامیہ کی جانب سے ناقص انتظامات کیے جاتے ہیں ان کی دیگر ضروریات کی تکمیل کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات درپیش ہیں۔ حکوت کی طرف سے شعبہ جیل خانہ جات کے لئے ایک مخصوص بجٹ مہیا کیا جاتا ہے۔ تعداد میں زیادہ قیدی ہونے کی وجہ سے انتظامیہ کے لئے بجٹ میں رہتے ہوئے تمام قیدیوں کی ضروریات پورا کرنا ناممکن ہے۔

جیل افسران کو درپیش طبّی مسائل:

صحت کے حوالے سے دیکھا جائے تو پاکستان اس وقت ایسی بھیانک صورتحال کی جانب بڑھ رہا ہے جس سے واپسی شائد ممکن نہیں۔ جیلوں میں طبّی سہولیات کے فقدان کے باعث قیدیوں کے لئے ایسے بے شمار مسائل سر اُٹھا رہے ہیں۔ جن کا فوری حل ناگریز ہے۔ پابند سلاسل قیدیوں میں سنجیدہ قسم کی بیماریاں نہایت تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ جو کہ تشویش کا باعث ہیں۔ خاص طور پر منشیات کے عادی اسیر ان کی وجہ سے دیگر قیدی بھی ناقابل علاج بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ سرکاری ذریعے کے مطابق صوبہ خیبر پختونخوا کی جیلوں میں کم از کم 45 قیدی ایڈز کے مرض میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ 60 قیدی ٹی بی کا شکار ہیں جبکہ ہیپاٹائیٹس کے مرض میں مبتلا قیدیوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ ضلع صوابی کے حوالات

میں 19 قیدی ایڈز کے مریض ہیں اور 4 میں یرقان کی تصدیق کی گئی ہے جبکہ دیگر جیلوں میں لگ بھگ 25 قیدی اس مرض میں مبتلا ہیں۔[22]

صوبہ پنجاب کی جیلوں میں بھی ایڈز کے مریضوں کی تعداد اضافہ ہو رہا ہے۔ اسکریننگ کے بعد 103 قیدیوں کے ٹیسٹ پازیٹو آئے ہیں۔ کوٹ لکھپت جیل میں 32، ملتان میں 16، فیصل آباد میں 23، راولپنڈی میں 18، ضلع ساہیوال میں 11 ایڈز کے قیدی موجود ہیں۔ صوبہ بلوچستان کی جیلوں میں بھی 30 قیدی ایڈز کے مریض ہیں جبکہ 152 قیدی ہیپاٹائٹس کا شکار ہیں۔

حاملہ قیدی عورتوں کی شکستہ حالت، دودھ پلانے والی قیدی عورتوں کے مسائل، علیل قیدی خواتین کے لیے ناکافی طبّی سہولیات اور جیلوں میں حفظان صحت کے منافی ماحول بھی اہم مسائل ہیں۔ بعض اوقات معمولی بیماری وقت پر علاج نا ہونے کے باعث شدید نوعیت اختیار کر جاتی ہے اور پھر ایسے قیدی مریضوں کو جیل خانہ سے ہسپتال پہنچانے کے لیے انتہائی طویل اور پیچیدہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں قیدیوں کی اموات واقع ہو جاتی ہے۔[23]

نفسیاتی مسائل:

ایک عام انسان کے لیے جیل میں قید کی سزا کاٹتے ہوئے نفسیاتی مسائل کا شکار ہونا ایک فطری بات ہے۔ اپنے کردہ و ناکردہ جرائم کی وجہ سے کال کوٹھری میں رہتے ہوئے ایسے بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جو قیدی کو ذہنی بیماریوں کی جانب دھکیل دیتے ہیں۔ بعض اوقات بے گناہ افراد کو جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور ان کے پاس خود کو معصوم ثابت کرنے کے لیے کوئی شواہد موجود نہیں ہوتے۔ ایسی صورتحال میں یہ افراد دماغی طور پر زیادہ شکست وریخت کا شکار ہوتے ہیں۔ مرد قیدیوں کی نسبتاً قیدی خواتین کی اکثریت نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوتی ہیں۔ بچوں سے علیحدگی، لوگوں کے رویوں کا خوف، خاندان والوں کا قطع تعلقی اختیار کر لینا، دوسرے قیدیوں کی طرف سے نفرت آمیز برتاؤ یہ تمام اسباب محبوس خواتین کو نفسیاتی مریض بنانے کے لیے کافی ہیں۔

UNODC (United Nations Office on Drugs and Crime) کی جانب سے پاکستان کی مختلف جیلوں میں کیے جانے والے سروے رپورٹ

کے مطابق قیدی خواتین میں شدید ذہنی تناؤ، ذہنی مطابقت، نیند میں دشواری کا سامنا، دوسروں کی توجہ طلب کرنا اور طبیعت میں اضطرابی کیفیت رہنا جیسے نفسیاتی امراض سامنے آئے ہیں۔

ایسے ذہنی دباؤ سے بچاؤ کے لیے ماہر نفسیات کی ضرورت ہوتی ہے اور قیدیوں کی یہ ضرورت متعدد جیلوں میں پوری نہیں کی جا رہی جس کی وجہ سے قیدیوں میں نفسیاتی مسائل شدت اختیار کر رہے ہیں۔ جن جیل خانہ جات میں ایا 2 ماہر نفسیات تعینات کیے گئے ہیں وہ ہفتہ میں ایک بار جیل کا دورہ کرتے ہیں جو تمام قیدیوں کی پریشانیاں اور مسائل سننے کے لیے ناکافی ہے۔ جیل انتظامیہ کی جانب سے بھی استدعا کی گئی ہے کہ قیدیوں کے لیے ماہر نفسیات کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور ہفتہ کے دوران جیلوں میں ان کے تین دورے مختص کیے جائیں تاکہ قیدیوں کا مؤثر علاج کیا جا سکے۔[24]

جیل خانہ جات، جرائم کا گڑھ:

جیلوں سے متعلق عرف عام ہے کہ ایسا مقام ہے جہاں اگر ایک مرتبہ معمولی نوعیت کا جرم کا ارتکاب کرنے والا چلا جائے تو وہ بھی ایک بڑا مجرم بن کر باہر نکلتا ہے۔ اس پہلو سے جیل کے قیام کا مقصد جو کہ مجرمین کو ان کے جرائم کی سزا دینا اور ان کی ذہنی و اخلاقی اصلاح کا تقاضہ کرتا ہے، ختم ہو جاتا ہے۔ آج جیل خانہ جات جرائم پیشہ افراد کی منفی تربیت اور انتہاپسندی کا مرکز بن گئیں ہیں۔ ایسی جگہ پر جب معاملہ صنف نازک کا ہو تو صورتحال اور بھی گھمبیر ہو جاتی ہے۔ نوجوان لڑکیوں کو جیلوں میں پختہ عمر کی خواتین کا ساتھ ہی قید کیا جاتا ہے جن میں سے اکثریت منشیات کی عادی ہیں جبکہ کچھ بوڑھی خواتین سنگین نوعیت کے جرائم میں ملوث ہیں اور وہ خواتین نوجوان لڑکیوں کو جرائم کے لیے ابھارتی ہیں، اس طرح وہ اپنے شیطانی مقاصد میں کامیاب رہتی ہیں۔ عورت جس کی ذات سے ایک نسل پروان چڑھتی ہے، جیل میں قید کی صورت میں اس کی شخصیت پر اس قسم کے منفی اثرات مرتب ہوں اور وہ جیل سے مزید جرائم کی تعلیم لے کر آزاد ہو تو معاشرے کو دگنی تباہی سے گزرنا پڑے گا۔

معاشرے کی طرف سے عدم قبولیت کی مہر:

معاشرتی مسائل میں انتہائی اہم مسئلہ جو جیل میں سزا کاٹنے والے قیدیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے وہ معاشرے کی جانب سے اختیار کیا جانے والا برتاؤ ہے۔ کسی کا جرم جب سب پر عیاں ہو جائے تو اس شخص کے لیے دوسروں کے دلوں میں نفرت انگیز جذبات سر اٹھا لیتے ہیں۔ عام طور پر جیل کا جو روایتی منفی

تصور عوام الناس کے دماغ میں پایا جاتا ہے وہ بھی انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ جیل جیسی بری جگہ پر سزا کاٹ کے آنے والے مجرم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ان کے نزدیک مجرم کا ازلی حق ہے کہ اس کے ساتھ قطع تعلقی اختیار کرلی جائے۔ایسے میں قیدی مجرم جب جیل سے رہائی پاتا ہے تو اس کے خاندان والے، اس کے عزیز واقارب اس سے ملنا تو دور کنار بات کرنے کے روادار نہیں ہوتے۔یہ تمام رویے اسے مجبور کرتے ہیں کہ وہ جرائم کی دنیا کی طرف مزید راغب ہو۔

ایک عورت جس کی پہچان ہی اس کے خاندان سے ہوتی ہے، اور خاندان کے بغیر اس کی کوئی معاشرتی حیثیت نہیں ہوتی اس کو بھی اپنے خاندان، برادری، اقرباء کی جانب سے اسی قسم کے سلوک کا سامنہ کرنا پڑتا ہے۔جرم کے کا ارتکاب اور اس کی سزا پانے کا بعد قیدی کے لیے معاشرے میں کوئی عزت و شرف باقی نہیں رہتا۔معاشرے میں بحالی کے لیے اور پر امن شہری بننے کے لیے لوگوں کے دردناک رویے اس کے مقابل ہوتے ہیں جو اس کے لیے باعزت زندگی گزارنے میں رکارٹ ہوتے ہیں۔درحقیقت قیدی بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔سزا یافتہ اور قصور وار ہونے کے بعد بھی ان کے انسانی اور قانونی حقوق کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔انسانی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ چاہے وہ ایک قیدی ہی کیوں نہ ہو اس کی انسانی عظمت برقرار رہتی ہے۔جرائم سے قطع نظر جو اس سے سرزد ہوئے ہوں، ہر قسم کی صورتحال میں انسانی وقار واجب التکریم ہوتی ہے۔بوجوہ انسان ہونے، اس کے حقوق کو اس سے علیحدہ نہین کیا جا سکتا اور جب قیدی سزا پورا کر چکا ہوتا ہے، تو اس صورت مین اس کے گناہ یاد دلانا، اس سے نفرت کرنا اور حقارت سے دیکھنا، کہاں کا انصاف اور عقلمندی ہوتی ہے۔

جیل خانہ جات میں قیدیوں کی تعداد ہمیشہ سے ایک اہم مسئلہ رہی ہے۔جیلوں میں قیدیوں کی ایک متعین تعداد رکھنے والے کی گنجائش موجود ہوتی ہے جس سے زیادہ قیدی جیلوں میں رکھے جاتے ہیں۔پنجاب کی جیلوں میں 788 خواتین قیدیوں کو رکھنے کی گنجائش ہے جبکہ 1004 عورتوں کو جیلوں میں قید کیا گیا ہے ۔جس کی وجہ سے جیل کے انتظام وانصرام میں بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں۔

نوائے وقت 23 جنوری 2018 کے شمارے کے مطابق سپریم کورٹ نے ملک بھر کی جیلوں میں خواتین کی حالت زار پر از خود نوٹس لیا ہے۔آئی جی پنجاب جیل خانہ جات نے اس حوالے سے رپورٹ تیار کی جس مین انکشاف کیا گیا کہ صوبہ پنجاب کی کل 40 جیلوں میں قیدیوں کی گنجائش 30 ہزار 33 جبکہ ان جیلوں

میں قیدیوں کی تعداد 47ہزار647 ہے۔ان میں سے 4ہزار346ایسے قیدی موجود ہیں جن کی سزائے موت کنفرم ہوچکی ہے اور وہ اپنی سزا پر عمل درآمد کے منتظر ہیں۔پاکستان میں اداروں کے خلاف شکایات سننے کے لیے قائم کردہ ادارے وفاقی محتسب نے بھی راولپنڈی کی سب سے بڑی اڈیالہ جیل میں خواتین قیدیوں کی حالت کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے اڈیالہ جیل میں 150 خواتین اور ان کے 59 بچے قید ہیں ۔نوعمر لڑکیاں کپڑے چوری کرنے جیسے معمولی جرائم میں قید ہیں اور جنہیں اپنے والدین سے رابطہ کرنے میں دشواری کا سامنا ہے۔[25]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

1. النساء
2. شوکانی، محمد بن علی بن محمد،امام،"فتح القدیر"،لجنتہ التحقیق والبحث العلمی بدارالوفاء،ج:22،ص:3
3. الدھر،76: 8
4. بخاری، محمد بن اسماعیل،امام،"الجمع الصحیح"،کتاب الجہادوالسیر، باب الکسوۃ الاساری
5. القشیری،النیشاپوری،ابوالحسن، مسلم بن الحجاج،امام،"الجمع الصحیح"،کتاب النذر، باب لاوفاء لنذر فی معصیۃ اللہ، ولا فیمالایملک العبد
6. ترمذی،ابوعیسی، محمد بن عیسی،امام،"السنن"،کتاب السیر، باب فی کراھیۃ التفریق بین السبی
7. حاکم، محمد بن عبداللہ بن محمد،ابوعبداللہ،امام،"المستدرک علی الصحیحین"،کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم، باب ذکر ابی اسید الساعدی رضی اللہ عنہ،بیروت۔لبنان،الرقم:6193
8. "الموسوعۃ الفقھیۃ"،وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیۃ۔الکویت،ج:2،ص:198
9. سورۃ المائدہ—آیت 8
10. سورۃ الدھر 76 —آیت 8
11. http:/urdu.abbtak.tv,retrived date 30/04/2017,6:36
12. ابومروان،عبدالملک بن حبیب(م:238ھ)،اداب الملوسوم بکتاب العنایۃ والنھایۃ دار الغرب السلامی ترکی،1412ھ،ج،ا،ص::182
13. The NWFP Prison Rules 1985, R No. 21
14. روزنامہ نوائے وقت،مورخہ 19نومبر 2017

15. روزنامہ نوائے وقت مورخہ 21نومبر 2017
16. روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 31جنوری 2018
17. جمال الدین، عبد لملک بن حشام (213ھ) السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، شرکۃ مکتبۃ ومطبعہ مصطفٰی البابی الحلبی، مصر ،1375ھ، ج2ص:204
18. روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 21نومبر 2017
19. روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 23جنوری 2018ء
20. Interview of Rani Bibi by Samaa News Channel, 7Dec 2017, http://samaa.tv/paksitan/2017/12/news-package/
21. https://www.bbc.com, retrived date 24/01/2018
22. روزنامہ نوائے وقت 23جنوری 2018ء
23. روزنامہ نوائے مورخہ، 24جنوری 2018
24. Umme salma D.r, Problems faced by imprisoned women in Context with Islam and Review of the Steps taken to Resolve the Same, Epistemology, Probe and Find Forum, Lahore 2017, January, Vol.4, Issue :4, P:37,40
25. الحاکم، الحافظ ابی عبداللہ النیسابوری (م:405)، المتسدرک علی الصحیحین، کتاب الاحکام، دا لکتب العلمیہ، بیروت ،1411ھ، ج:4، ص:105، رقم الحدیث:7065
26. روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 19نومبر 2018ء
27. الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود (ھ 587) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار لکتب الطلمیہ ،1402ھج:8، ص:223
28. روزنامہ نوائے وقت 28دسمبر 2018
29. الخطیب التبریزی محمد بن عبداللہ (م:841ھ)، مشکٰوۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، المکتب السلامی، بیروت، ج:2، ص:1091، رقم الحدیث
30. http://www.bbc.com/urdu/pakistan, Peshawar/retrived date, 11 march 2018/10:44Pm